۱۵

نماز باجماعت کی ادائیگی کی اہمیت

(فرمودہ ۱۲؍ مئی ۱۹۳۹ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''نیکیوں میں ترقی اور تنزّل بتدریج ہوا کرتا ہے۔ جب کوئی شخص نیکی کے میدان میں ترقی کرتا ہے تو آہستہ آہستہ کرتا ہے اور جب تنزّل کرنے لگتا ہے تو اُس وقت بھی آہستہ آہستہ کرتا ہے نہ یکدم ترقی کرتا ہے نہ یکدم تنزّل میں گر جاتا ہے۔ چھوٹا چھوٹا فرق ہوتا ہے جو بتدریج بڑھتے بڑھتے بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ انسان بعض دفعہ بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں پر عمل کر رہا ہوتا ہے اور اُسے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ ترقی کر رہا ہے مگر ایک دن کیا دیکھتا ہے کہ وہ ترقی کے میدان میں بہت آگے نکل چُکا ہے۔ اِسی طرح وہ بعض دفعہ بظاہر معمولی باتوں کو نظر انداز کر رہا ہوتا ہے کہ یکدم اسے معلوم ہوتا ہے وہ بہت نیچے گر گیا ہے۔ ہمارے مُلک میں ایک لطیفہ مشہور ہے۔ کہتے ہیں کوئی شخص تھا اُس کو یہ خیال ہو گیا کہ وہ بہت بڑا پہلوان ہے آہستہ آہستہ یہ خیال اُس پر غالب آ گیا اور وہ سمجھنے لگ گیا کہ مَیں دُنیا کا سب سے بڑا بہادر اور طاقت ور انسان ہوں اور کوئی شخص بہادری اور جرأت میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اِس پر اُسے خیال آیا کہ اپنی بہادری کا کوئی نشان بھی قائم کرنا چاہئے۔ چنانچہ اُس نے خود بھی سوچا اور اپنے دوستوں سے بھی مشورہ لیا کہ وہ کونسی چیز ہے جس کے ذریعہ بہادری کا نشان قائم کیا جا سکتا ہے۔ آخر اُس کو معلوم ہؤا کہ جانوروں میں سے شیر ایک ایسا جانور ہے جس کو لوگ بہادری کی مثال میں

بیان کیا کرتے ہیں۔

پس اس نے فیصلہ کیا کہ مجھے شیر کی شکل اپنے جسم پر گدوانی چاہیئے۔ یہ فیصلہ کر کے وہ کسی گودنے والے کے پاس گیا اور اُسے شیر کی شکل گودنے کو کہا۔ گودنے والے نے جب رنگ بھرنے کے لئے سوئی ماری تو اُسے درد محسوس ہوا اور پوچھنے لگا میاں کیا کرنے لگے ہو؟ اُس نے کہا شیر گودنے لگا ہوں۔ اِس پر اُس نے دریافت کیا کہ شیر کا کونسا حصّہ؟ نائی نے کہا شیر کا دایاں کان گودنے لگا ہوں اُس نے پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ اگر شیر کا دایاں کان نہ ہو تو شیر رہتا ہے یا نہیں؟ نائی نے کہا رہتا تو شیر ہی ہے اِس پر اُس نے کہا اچھا پھر دایاں کان چھوڑ دو اور آگے چلو۔ جب نائی نے بایاں کان گودنے کے لئے سوئی ماری تو پھر اُس کو درد محسوس ہوا اور اُس نے پھر پوچھا میاں اب کیا گودنے لگے ہو؟ اُس نے کہا اب بایاں کان گودنے لگا ہوں۔ وہ کہنے لگا اچھا یہ بتاؤ اگر شیر کا بایاں کان نہ ہو تو شیر رہتا ہے یا نہیں؟ نائی نے جواب دیا کہ رہتا تو شیر ہی ہے اِس پر اُس نے کہا اچھا اِس کو بھی چھوڑ و اور آگے چلو۔ اِس کے بعد جب نائی نے دُم بنانے کے لئے سوئی ماری تو پھر وہ کہنے لگا اب کیا بنانے لگے ہو؟ گودنے والے نے کہا دُم۔ کہنے لگا اچھا یہ بتاؤ اگر کسی شیر کی دُم نہ ہو تو وہ شیر رہتا ہے یا نہیں؟ نائی نے کہا رہتا تو شیر ہی ہے۔ کہنے لگا اچھا پھر اِس کو بھی چھوڑ و اور آگے چلو۔ اِس طرح اِس نے چار پانچ مرتبہ جو کیا تو نائی سوئی رکھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا ایک دو چیزوں کے نہ ہونے سے تو شیر رہ سکتا ہے لیکن سب چیزوں کے نہ ہونے سے تو شیر کا کچھ بھی نہیں رہتا۔

بظاہر یہ ایک مضحکہ خیز مثال معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت یہ نہایت سبق آموز حکایت ہے اور یہ نصیحت اپنے اندر پنہاں رکھتی ہے کہ تھوڑا تھوڑا چھوڑنے سے سب کچھ چھوٹ جاتا ہے اور کچھ بھی ہاتھ میں نہیں رہتا۔

اسلام کے نہایت ہی اہم اور مہتم بالشّان اصول میں سے ایک اصل نماز با جماعت ادا کرنا ہے اور یہ ایک بہت بڑا حُکم ہے۔ ایک پہاڑ ہے نیکی کا جس طرح پہاڑ کی بُلند چوٹیوں کے آنے سے قبل کئی چھوٹی چھوٹی چوٹیاں آتی ہیں پہلے چھوٹے چھوٹے ٹیلے آتے ہیں پھر اُن سے اونچے ٹیلے پھر اُن سے اونچے پھر جھاڑیوں والے ٹیلے آنے شروع ہو جاتے ہیں پھر پہاڑ آنے شروع

ہوتے ہیں اُس کے بعد چِیڑ و دیار کے بلند و بالا درختوں والی اونچی پہاڑیاں آتی ہیں اور آخر میں برف سے ڈھکی ہوئی نہایت اونچی پہاڑیوں پر یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ ان بُلند چوٹیوں کے بعد پہاڑ پھر نیچا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سب سے اونچے پہاڑ کے بعد اس سے چھوٹا اور اس کے بعد اِس سے چھوٹا پہاڑ آتا ہے پھر ٹیلے آتے ہیں پھر نا ہموار زمین آتی ہے اور اس کے بعد ہموار زمین آنی شروع ہو جاتی ہے۔ اِسی طرح نماز کا بھی حال ہے یہ بھی ایک پہاڑ ہے جو انسان کو نیکی کی بُلند ترین چوٹی تک پہنچاتا ہے۔ اب یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اِس پہاڑ کی چوٹی پر انسان بغیر ابتدائی مراحل طے کئے پہنچ جائے؟ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اِس کے متعلق بعض احکام دیئے۔ مثلاً سب سے پہلے اذان دیئے جانے کا حکم ہے اِس کے بعد وضو کیا جاتا ہے اور پھر سُنتیں پڑھی جاتی ہیں اِس کے بعد فرض آتے ہیں جو پہاڑ کی چوٹی کے مقابل پر ہیں۔ فرضوں کے بعد پھر سُنتیں ادا کی جاتی ہیں اور تب انسان کو نماز سے فراغت حاصل ہوتی ہے۔ اِس کے علاوہ ذکرِ الٰہی بھی ہے جو نماز سے پہلے اور نماز کے بعد کیا جاتا ہے اور جو بہت ہی ضروری چیز ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ذکرِ الٰہی انسان کے لئے بہت بڑی برکات کا موجب ہوتا ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے وہ ایسا ہی ہے گویا جہاد میں مشغول ہے [1] لیکن آجکل کے احمق نام نہاد تعلیم یافتہ نوجوانوں کے نزدیک مسجد میں نماز کے انتظار کے لئے بیٹھنا اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے حالانکہ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ اگر انسان کی پیدائش کی غرض حصول دُنیا ہی تھی تو نماز کے لئے وقت خرچ کرنا بھی تو وقت ضائع کرنا ہے۔ وقت ضائع کرنے والی چیز خواہ کم ہو یا زیادہ ایک ہی بات ہے۔ اب یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ جو شخص مثلاً پچیس منٹ نماز کے انتظار میں بیٹھے وہ تو وقت ضائع کرنے والا ہو لیکن دوسرا شخص جو دس منٹ نماز میں خرچ کرے وہ وقت ضائع کرنے والا نہ ہو۔ کوئی عقلمند اور سمجھدار آدمی اِس کیلے کو نہیں کھائے گا جو سڑا ہوا اور گندا ہو بلکہ وہ اُسے پھینک دے گا یہ نہیں ہوگا کہ وہ کچھ حصّہ کھائے اور باقی کے متعلق کہہ دے کہ مَیں یہ نہیں کھاتا یا ایک خربوزہ جس میں کیڑے پڑے ہوئے ہوں اور جس میں سے بدبو آ رہی ہو اُس کے متعلق وہ یہ کبھی نہیں کرے گا کہ اُس کی پانچ چھ کیڑوں والی پھانکیں تو کھالے اور باقی پھینک دے اور کہے کہ مَیں گندا خربوزہ نہیں کھا سکتا

وہ یقیناً چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا بھی ایسے خربوزے کا کھانے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ کُجا یہ کہ وہ زیادہ حصّہ کھالے اور تھوڑا چھوڑ دے۔ پس یہ احمقانہ خیال ہے کہ نماز کے انتظار میں بیٹھنا اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ نقص بعض احمدیوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ وہ نماز تو پڑھتے ہیں لیکن ذکرِ الٰہی کی اہمیت کو نہیں سمجھتے اور نماز پڑھنے کے لئے وہ ایسی ہی مسجد کی تلاش کرتے ہیں جس میں نماز جلدی پڑھائی جاتی ہو اور پھر امام ایسا ڈھونڈتے ہیں جو دو تین ٹھونگیں مار کر نماز پڑھادے اور مقتدیوں کو جلد فارغ کر دے اور ان کو زیادہ وقت نماز کے لئے صرف نہ کرنا پڑے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز اپنے اپنے محلّہ کی مسجد میں ادا کرو[2] جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا اُس وقت یہ بے حکمت سا نظر آتا تھا لیکن انبیاء علیہم السلام کی فراست غیر معمولی طور پر تیز ہوتی ہے اور وہ انسانی نفس کی تمام کمزوریوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے احکام دیتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ زمانہ کے نقائص کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اِس حُکم میں ایک بہت بڑی حکمت ہے اور وہ یہ کہ جب تم اپنے محلّہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ جاتے ہو تو دراصل آرام طلبی کے لئے جاتے ہو کیونکہ تمہیں خیال ہوتا ہے کہ وہاں نماز جلدی ہو جائے گی۔ تم جانتے ہو کہ وہاں امام کس قسم کی نماز پڑھاتا ہے اور تم اپنے محلّہ میں نماز اِس لئے نہیں پڑھتے کہ تم جانتے ہو وہاں تم کو انتظار کرنا پڑے گا اور نماز بھی ادا کرنی ہوگی۔ پس یہ ایک نہایت ہی پُر حکمت حُکم ہے جس کی حکمت اب نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے۔

پھر بعض لوگ ایسی مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں جہاں بچوں کو نماز پڑھائی جاتی ہے چونکہ اِس جگہ نماز گھنٹی بجنے کے ساتھ ہوتی ہے اور بچوں کے لئے جلدی پڑھادی جاتی ہے اِس لئے وہ بھی اِسی مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں لیکن محلّہ کی مسجد میں چونکہ انہیں انتظار کرنا پڑتا ہے اِس لئے وہ محلّہ کی مساجد میں نماز نہیں پڑھتے۔ حالانکہ امام کا انتظار اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا یہ بہت بڑی نیکیاں ہیں اور یہی نیکیاں انسان کو نیکیوں کے پہاڑ کی چوٹی تک پہنچاتی ہیں۔ اگر اِس پہاڑ تک پہنچنے کے لئے ابتدائی نیکیوں کی ضرورت نہ ہوتی جو ٹیلوں وغیرہ سے مشابہت رکھتی ہیں تو نماز کے لئے اذان کیوں دی جاتی؟ پھر امام کے انتظار کا کیوں حُکم دیا جاتا جس میں ذکرِ الٰہی کیا جاتا ہے اور پھر سُنتیں پڑھنے کا حُکم کیوں دیا جاتا؟ اِسی طرح نماز باجماعت کا حکم کس لئے

دیا جاتا؟ یہ سب احکام اِسی لئے ہیں کہ انسان ان پر عمل کرتے ہوئے آہستہ آہستہ نیکی کے بُلند پہاڑ پر چڑھے مگر جو شخص بغیر اِن بلندیوں کو عبور کرنے کے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنا چاہتا ہے وہ احمق اور نادان ہے وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے روحانی ترقی کے لئے کونسے اصول اور ذرائع مقرر کئے ہوئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کی تکمیل کے لئے ان تمام ذرائع کا استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے جو اِس کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کے حاصل کئے بغیر دین کی تکمیل قطعاً نہیں ہوسکتی۔ یہی مغربی تہذیب سے متاثر نوجوان جو ہر بات میں وجہ اور حکمت تلاش کرنے کے عادی ہیں اُن کو دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی جگہ ڈنر پر جانا ہوتا ہے تو کالے کوٹ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں کبھی کسی سے پوچھتے ہیں کبھی کسی سے اور اگر کالا کوٹ نہ ملے تو وہ اسے اپنے لئے سخت ذلت کا باعث سمجھتے ہیں۔ اب بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ کالے کوٹ کا ڈنر کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ کیا کالے کوٹ کے ساتھ روٹی کاٹنی ہوتی ہے یا پھل کاٹنے ہوتے ہیں یا ہڈی چبانے کا کام لینا ہوتا ہے؟ لیکن باوجود اِس بات کے کالے کوٹ کے ساتھ ڈنر کا کوئی تعلق نہیں وہ کالا کوٹ پہننا ضروری سمجھتے ہیں مگر اسلام کے حُکموں پر اعتراض کرتے ہیں کہ فلاں حُکم کیوں ہے فلاں کیوں ہے؟ وضو کرنے کی حکمت ان کی سمجھ میں نہیں آتی، نماز سے پہلے ذکرِ الٰہی کرنے کی حکمت ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور وہ گھبرا جاتے ہیں لیکن ڈنر کے لئے کالا کوٹ یا سوٹ کے ساتھ ٹائی پہننے یا بوٹ کے ساتھ جراب پہننے کی حکمت سمجھنے کی انہیں کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ وہ خیال رکھتے ہیں کہ پتلون میں کوئی کریز (CREASE) نہ پڑے اور وہ بغیر اِس کی حکمت سمجھنے کے اِس کو ضروری سمجھتے ہیں غرض شیطان کی پیدا کی ہوئی تمام پابندیوں کو اختیار کرتے اور اس کی پیدا کردہ یک جہتی کے لئے کوشاں رہتے ہیں مگر خدا کی مقرر کردہ پابندیوں کی مخالفت کرتے ہیں اور اِس کی یک جہتی کی تدبیروں کو لغو قرار دیتے ہیں۔ اِسی طرح بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنی دکانوں میں بیٹھے رہتے ہیں کہ کب تکبیر ہو تو نماز میں جا شامل ہوں۔ ایسی ہی ایک دکان فخر الدین ملتانی کی تھی جو اِس قسم کے لوگوں کا اڈّا تھا اِس جگہ بڑے بڑے لوگ جو معزز سمجھے جاتے ہیں بیٹھے رہتے تھے اور اِس انتظار میں رہتے تھے کہ کب تکبیر ہو تو مسجد میں جائیں۔ اب گو اِس دکان کے نہ ہونے

کی وجہ سے اِس میں ایک حد تک کمی آ گئی ہے مگر پھر بھی بعض لوگ ابھی تک ایسا کرتے ہیں اور تکبیر پر ہی مسجد میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ ہمارے خاندان کے بعض افراد میں بھی یہ سُستی آ گئی ہے اور ہمارے گھر کے بعض بچے بھی اِس مرض میں مُبتلا ہیں۔ مَیں نے ان کے متعلق دیکھا ہے کہ جب مَیں مسجد میں آتا ہوں تو وہ شاذ ہی مجھے یہاں نظر آتے ہیں بلکہ گھر میں سُنتیں پڑھ کر انتظار کرتے رہتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ مَیں گھر میں سے ہو کر مسجد میں چلا گیا ہوں تو اُس وقت وہ دوڑتے ہوئے نماز میں آ شامل ہوتے ہیں۔ آج تو ان کو بیشک یہ سہولت میسّر ہے مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ مَیں ہمیشہ رہنے والی ہستی نہیں، ہمیشہ رہنے والی ہستی تو حیّ و قیوم خُدا ہی کی ہے۔ میرے بعد جو خلیفہ ہوگا کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کِس گھر کا فرد ہوگا؟ اُس وقت اِنہیں کیونکر علم ہوگا کہ امام مسجد میں نماز کے لئے آ گیا ہے۔ اُس وقت ان کو جو تیس تیس سال سے عادت پڑی ہوئی ہوگی وہ کیسے دُور ہوگی؟ اور وہ کیسے باجماعت نماز ادا کریں گے؟ اگر اِس وقت اِنہوں نے اپنی حالت کی اصلاح نہ کی تو پہلے ان کی جماعت کی پہلی رکعت جاتی رہے گی پھر دوسری رکعت جاتی رہے گی پھر تیسری رکعت جاتی رہے گی اور آہستہ آہستہ وہ باجماعت نماز ادا کرنے سے ہی محروم ہو جائیں گے اور خیال کر لیں گے کہ چلو گھر پر ہی نماز پڑھ لیں اور بعد میں ممکن ہے وہ گھر میں بھی نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ مَیں ان کو اِس حدیث کے مطابق کہ کسی کا نقص لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہئے۔ اشاروں میں توجہ دلا چُکا ہوں لیکن جب ان پر میرے اشاروں کا کوئی اثر نہیں ہوا تو مَیں نے ضروری سمجھا کہ اب زیادہ وضاحت سے کام لے کر ان کو توجہ دلاؤں تاکہ وہ اپنی اِس غفلت کی عادت کو ترک کر دیں۔ جو لوگ گھروں میں نماز پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں وہ آہستہ آہستہ نماز پڑھنا بالکل چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ مَیں نے آج تک کبھی نہیں دیکھا کہ گھر پر نماز پڑھنے والا کوئی شخص ہمیشہ نماز کا پابند رہا ہو وہ بالآخر نماز کا تارک ہی ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی نماز رسمی ہوتی ہے محبت اور ایمانی روح اس میں نہیں ہوتی وہ پہلے تو گھر میں نماز پڑھتا رہتا ہے مگر جس دن کسی عقلمند اور سمجھدار آدمی سے اس کی ملاقات ہو (مَیں نے عقلمند کا لفظ اِس لئے استعمال کیا ہے کہ ایسے لوگوں کے نزدیک عقلمند وہی ہوتا ہے جو نماز کو بے فائدہ سمجھے اور اسلام کی عائد کردہ پابندیوں کو بُرا قرار دے) اور وہ کہے کہ میاں اِس نماز کا تم کو کیا

فائدہ؟ تو اِسی روز سے وہ نماز پڑھنا چھوڑ دے گا اور کہے گا کہ واقع میں اِس نماز کا کوئی فائدہ نہیں حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ نماز جس کا اُسے کوئی فائدہ نظر نہیں آیا وہ اِس کی اپنی بنائی ہوئی نماز تھی۔ خدا کی نماز تو وہ پڑھتا ہی نہیں تھا۔ اگر وہ خدا کی نماز پڑھتا اور ان شرائط کے ساتھ ادا کرتا جو اس کے لئے مقرر ہیں تو اِس کا اُسے فائدہ بھی پہنچتا اِس کے بغیر اس کی نماز محض ایک رسم تھی جس میں ایمان نہیں تھا اور نہ وہ رُوح اِس کے اندر تھی جس رُوح کا نماز کے اندر پایا جانا ضروری ہے۔ نماز اپنی ان قیود اور پابندیوں کے ساتھ جو اللہ اور اُس کے رسُول نے مقرر کی ہیں ایک حسین ترین چیز ہے لیکن اگر کسی حسین کی ناک کاٹ دی جائے آنکھ پھوڑ دی جائے گالوں پر نشان لگا دیئے جائیں اور کان کاٹ لئے جائیں تو کون شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ وہی حسین ہے۔ یہی حال نماز کا ہے کہ نماز اپنی تمام قیود اور پابندیوں کے ساتھ ایک انتہا درجہ کی خوبصورت چیز ہے مگر جب ہم اپنی غفلت اور نادانی کی وجہ سے اِس کو چھانٹتے چلے جائیں تو وہ بے فائدہ اور لغو چیز بن جاتی ہے اور ایسی نماز کبھی بابرکت نہیں ہوسکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ لوگ نماز اِس طرح پڑھتے ہیں جس طرح مرغ ٹھونگے مار کر دانے چُگتا ہے ایسی نماز یقیناً کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی بلکہ بعض دفعہ ایسی نماز لعنت کا موجب بن جاتی ہے جیسے قرآن کریم میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ [3] کہ نماز گرفت ہے مگر کن کے لئے ہے الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ [4] ان کے لئے جن کی نماز قشر رہ جاتی ہے جس کے اندر مغز نہیں ہوتا جو اس کو کاٹ کر اور اس کی شکل کو بگاڑ کر ادا کرتے ہیں۔ انسان تبھی اِس لعنت سے بچ سکتا ہے جب وہ نماز کو اس کی قیود اور پابندیوں کے ساتھ ادا کرے اور پھر اِس سے فائدہ اُٹھائے لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو بجائے ثواب کے ایک لعنت مول لیتا ہے اور اگر وہ ضد کی وجہ سے کہتا ہے کہ ہاں فائدہ ہے اور درحقیقت اُسے فائدہ کوئی نہیں ہوتا تو اس وقت وہ جھوٹا بھی ہوتا ہے اور لعنتی بھی کیونکہ وہ خدا اور رسول اور اپنے مذہب کو عملی طور پر جھوٹا کہتا ہے۔ ہاں اگر وہ نماز کو ان قیود اور پابندیوں کے ساتھ ادا کرتا ہے جو خدا اور رسول نے مقرر کی ہیں تو اس کو اس کا ضرور فائدہ ہوتا ہے اور اس کے دل پر خدا تعالیٰ کی محبت غلبہ کر لیتی ہے بلکہ نماز سے بھی پہلے جب یہ ذکر الٰہی کرتا اور نماز کے لئے انتظام کرتا اور سُنتیں وغیرہ

پڑھتا ہے تو اس وقت اس کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ دست در کار دل بایار۔ دیکھو نماز کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کی دعوت کرے اور کہے کہ کھانا اکٹھا نہیں کھایا جائے گا ہر شخص اپنا برتن بھجوا دے اِس میں کھانا ڈلوا دیا جائے گا، اب جو شخص برتن لے کر جائے گا اُسے کھانا مل جائے گا مگر جو برتن لے کر نہیں جائے گا وہ محروم رہے گا۔ اِسی طرح نماز کیا ہے؟ نماز ایک روحانی کھانے کی تقسیم کا وقت ہے جو شخص اس وقت برتن لے کر جائے گا وہ اُس میں کھانا ڈلوا لائے گا مگر جو خالی ہاتھ جائے گا اُس کو وہاں سے خالی ہاتھ واپس لوٹنا پڑے گا کیونکہ وہ برتن لے کر ہی نہیں گیا۔ گو جانے میں وہ برتن لے جانے والوں کے برابر ہی رہا لیکن ان کو تو کھانا مل جائے گا جن کے پاس برتن ہوں گے مگر اُس کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ اس کے پاس برتن نہیں تھا یا پھر فرض کرو یہ برتن تو لے جاتا ہے مگر پاخانہ سے بھرا ہؤا ہے جیسے پاخانہ کا پاٹ اُٹھا کر کوئی لے جائے تو اُس میں جو کھانا ہی ڈالا جائے گا وہ کھانے کے قابل نہیں ہوگا بلکہ پھینک دینے کے قابل ہوگا۔

ایک لطیفہ مشہور ہے کہتے ہیں کوئی لڑکا اپنے مُلّا اُستاد کے لئے گھر سے کھیر لے کر گیا چونکہ اس کے گھر سے کھیر چھوڑ پہلے کبھی باسی روٹی بھی نہیں آئی تھی اِس لئے اُستاد بہت ہی حیران ہؤا اور اُس نے لڑکے سے دریافت کیا کہ بیٹا آج تیری ماں کو کھیر بھیجنے کا خیال کیسے آ گیا؟ اس نے جواب دیا کہ مُلّا جی بات دراصل یہ ہے کہ اماں نے کھیر پکائی تھی اِس میں کُتّا مُنہ ڈال گیا اِس پر ماں مجھے کہنے لگی کہ جا مُلّا جی کو دے آ۔ اُس کو یہ سُن کر سخت غصّہ آیا اور اُس نے برتن زمین پر دے مارا جو گرتے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور کہنے لگا کمبخت کیا کُتّے کا جھوٹا میرے لئے ہی رکھا تھا؟ لڑکے نے جب دیکھا کہ برتن ٹوٹ گیا ہے تو وہ رونے لگ گیا اُس پر مُلّا نے کہا کہ تو روتا کیوں ہے؟ برتن میں کُتّا مُنہ ڈال گیا تھا اور وہ کھانے کے لئے استعمال کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ لڑکا کہنے لگا مجھے ڈر ہے کہ گھر جاؤں گا تو اماں خفا ہوگی کیونکہ یہ برتن جس میں مَیں کھیر ڈال کر لایا تھا اِس میں میری ماں چھوٹے بھائی کو پیشاب کرایا کرتی تھی اب چونکہ یہ برتن ٹوٹ گیا ہے اِس لئے وہ ناراض ہوگی۔ یہی حال بغیر قیود اور شرائط کے نماز ادا کرنے کا ہے۔ حقیقی نماز تو بندے اور خُدا میں تعلق قائم کرتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ نماز کو اُن تمام آداب کے ساتھ ادا کیا جائے جو

خدا اور اُس کے رسُول نے اس کی ادائیگی کے لئے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان شرائط کو پوری طرح ملحوظ نہیں رکھتا تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کھانا لینے کے لئے گندا برتن لے جائے اور اگر وہ کسی امر کی بھی نگہداشت نہیں رکھتا جیسے بعض لوگ نہ ذکرِ الٰہی کرتے ہیں نہ سُنتیں پڑھتے ہیں اور نماز کے لئے انتظار کرنے کو تضیعِ اوقات سمجھتے ہیں۔ ان کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جو کھانا لینے کے لئے تو جائے مگر برتن اس کے پاس نہ ہو دونوں صورتوں میں دعوت کا فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکتا کیونکہ جو نماز بھی ان قیود کے بغیر پڑھی جائے گی وہ گندے برتن میں چیز ڈلوانے کے مترادف ہوگی اور اِس قسم کی نماز پڑھنے والے کو نماز کا کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ نماز کے وقت محبتِ الٰہی کی غذا تقسیم ہو رہی ہوتی ہے اور اس کو وہی شخص حاصل کرسکتا ہے جو نہ صرف برتن لے کر جائے بلکہ پاک اور صاف برتن لے کر اس کے حضور حاضر ہو۔

پس مَیں دوستوں کو اِس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں خصوصاً اپنے خاندان کے بعض بچوں کو (شاید ان میں سے بعض بچوں کو یہ بُرا لگے اور طبعاً بُرا محسوس بھی ہوتا ہے اِسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ سلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو کوئی نصیحت کرنی ہو تو علیحدگی میں کرو[۵] مگر چونکہ مَیں ان لوگوں کو الگ بھی سمجھا چکا ہوں اور مَیں دیکھتا ہوں کہ میرے اِس سمجھانے کا کوئی خاطر خواہ اثر اُن پر نہیں ہوا اِس لئے مَیں نے چاہا کہ اب ان کا نام لے کر اِس بات کو بیان کردوں۔) یہ بات یاد رکھو کہ موجودہ تہذیب اور تعلیم ان چیزوں کو حقیر کر کے دکھاتی ہے مگر جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے وہ اپنی چیزوں کو حقیر کر کے نہیں دکھاتی۔ چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں مگر ان کے خلاف چلتے ہوئے ان کی جان نکلتی ہے۔ جیسے مَیں نے بتایا ہے کہ ڈنر کے موقع پر ہر شخص کے لئے کالا کوٹ پہن کر جانا ضروری سمجھا جاتا ہے اور وہ اِس بات کو بڑی مصیبت اور ہتک سمجھتے ہیں کہ ان کی مجلس میں کوئی ایسا شخص شریک ہو جائے جس نے کالا کوٹ پہنا ہوا نہ ہو۔

ایک دعوت مجھے بھی اِس وقت یاد آ گئی وہ بھی ڈنر تھا جس میں شمولیت کے لئے مجھے بُلایا گیا۔ مَیں نے کہلا بھیجا کہ مَیں ڈنر کے موقع پر کالا کوٹ نہیں پہن سکتا اب وہ ایک طرف دعوت میں مجھے شریک بھی کرنا چاہتے تھے اور دوسری طرف ان کے لئے یہ بھی بڑی بھاری مصیبت تھی کہ مَیں ایسی حالت میں شامل ہوں جبکہ مَیں نے کالا کوٹ پہنا ہوا نہ ہو اور اس طرح ان کی

ذلّت و رُسوائی ہو۔ تنگ آ کر اُنہوں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ کوئی شخص کالا کوٹ پہن کر نہ آئے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ بڑی ذلت کی بات ہوگی کہ اَور لوگوں کے تو کالے کوٹ ہوں گے اور ان کا کالا کوٹ نہیں ہوگا تو اُنہوں نے سرے سے یہ قید ہی اُڑا دی محض اِس لئے کہ یہ محسوس نہ ہو کہ قانون ٹوٹ گیا ہے اور اُنہوں نے کسی شرط کی خلاف ورزی کی ہے۔

پھر یورپین لوگوں نے خود اپنے اوپر کئی قسم کی قیود عائد کر رکھی ہیں چنانچہ امریکہ کے ایک رسالہ میں مَیں نے ایک دفعہ ایک مضمون پڑھا وہاں مَرد عورت ناچتے ہیں اور اِس میں کوئی شرم اور حیا محسوس نہیں کی جاتی۔ غیر عورت کا غیر مَرد کے ساتھ ناچ یورپ میں بالکل جائز ہے مگر اُنہوں نے یہ شرط رکھی ہوئی ہے کہ اس ناچ میں تین اُنگلی کا مرد اور عورت کے درمیان فرق رہنا چاہیئے۔ اب مَرد اور عورت ناچتے چلے جائیں گے اور اُسے بالکل جائز اور درست سمجھیں گے لیکن ساتھ ہی یہ ضروری ہوگا کہ ان میں تین اُنگل کا فرق رہے۔ اگر تین انگل سے کم فرق ہو جائے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ درست نہیں۔ اِس مضمون میں یورپین لوگوں کے اِس طریق عمل پر مضمون نویس نے جو ہمارے نقطۂ نگاہ میں تو سمجھدار تھا مگر اپنی قوم کے نزدیک بیوقوف اور احمق تھا بڑی ہنسی اُڑائی اور لکھا کہ یہ تین انگل کا کونسا فرق ہے جس میں زور دیا جاتا ہے اور وجہ کیا ہے کہ تین اُنگلی کا فرق ہو تو تہذیب قائم رہتی ہے اور اگر اڑھائی اُنگلی کا فرق ہو جائے تو تہذیب اُڑ جاتی ہے مگر ان میں یہ ایک قاعدہ ہے۔ وہ اِس کی پابندی کرتے ہیں اور ہر شخص خیال کرتا ہے کہ یہ بڑا اہم معاملہ ہے۔ اِسی طرح تیرہ کا عدد انگریزوں میں منحوس سمجھا جاتا ہے کیونکہ حضرت مسیحؑ کے بارہ حواری تھے اور تیرھویں آپ خود تھے لیکن پھر انہی میں سے ایک نے حضرت مسیح کو چند روپوں کے بدلے گرفتار کرا دیا۔ بس اُس وقت سے تیرہ کا عدد انگریزوں میں منحوس سمجھا جاتا ہے۔ ان میں بڑے بڑے فلاسفر، بڑے بڑے پروفیسر، بڑے بڑے مدبر، بڑے بڑے سائنسدان اور بڑے بڑے عقلمند اور دانا لوگ ہیں مگر جہاں تیرہ کا اجتماع دیکھیں گے ان کے چہرے زرد پڑ جائیں گے اور کوشش کریں گے کہ کسی طرح اِس دعوت سے بھاگ جائیں جس میں تیرہ آدمی جمع ہیں اور یا تو وہ تلاش کر کے کسی چودھویں آدمی کو اپنے اندر شامل کر لیں گے اور اگر کسی چودھویں کو شامل نہ کر سکیں تو ایک ان میں سے ضرور کِھسک جائے گا تا کہ تیرہ کی نحوست اُن پر نہ آئے۔

ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ کسی دعوت میں تیرہ انگریز شریک ہوگئے۔ اب ان میں سے ہر ایک نے چاہا کہ مَیں اِس دعوت سے کسی طرح کِھسک جاؤں تا کہ بارہ پیچھے رہ جائیں اور نحوست جاتی رہے۔ لیکن چونکہ وہ یہ بات کھلے طور پر کہہ نہیں سکتے تھے اِس لئے ہر ایک نے اپنے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ مَیں اِس مجلس سے کِھسک جاؤں گا۔ چنانچہ ایک ایک کر کے سب اِس مجلس سے اُٹھ گئے اور صرف میزبان ہی پیچھے رہ گیا مہمان کوئی نہ رہا۔ تو یہ لوگ اوّل درجہ کی احمقانہ باتوں کے پیچھے چلتے ہیں مگر جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی احکام نازل ہوں تو کہنے لگ جاتے ہیں کہ اِس میں یہ شرط ہے، وہ قید ہے، فلاں پابندی ہے اور فلاں سختی ہے۔ حالانکہ وہ خود دُنیوی اُمور میں ان پابندیوں سے بہت زیادہ خطرناک پابندیوں میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ پس یاد رکھو نماز باجماعت اسلام کے اہم اصول میں سے ایک اصل ہے جو شخص بغیر بیماری اور بغیر کسی ایسی تکلیف کے نماز چھوڑتا ہے جس میں اس کا نماز باجماعت سے محروم رہنا مجبوری قرار دی جا سکے وہ نماز کو عمداً ضائع کرتا ہے اور جو قوم نماز ضائع کر دیتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو کبھی حاصل نہیں کر سکتی۔'' (الفضل ۲۰ رمئی ۱۹۳۹ء)

---

۱ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۲۳۔ مطبوعہ حلب ۱۹۷۱ء

۲

۳ الماعون: ۵ ۴ الماعون: ٦

۵